قرآن حکیم کی چند بنیادی اخلاقی تعلیمات
آیۂ بِرّ کی روشنی میں

—— تحریر : عارفین بشیر ——

(دوسری قسط)

○ ایفاءِ عہد

نیکی کی بحث میں جس دوسری اخلاقی صفت کا ذکر کیا گیا ہے وہ ایفاءِ عہد ہے۔ تمام انسانی معاملات معاہدوں پر مبنی ہوتے ہیں۔ یہ معاہدے یا تو باضابطہ کئے جاتے ہیں یا implied معاہدے ہوتے ہیں۔ عام طور پر عہد کے معنیٰ قول و قرار کے سمجھے جاتے ہیں' لیکن اسلام کی نگاہ میں اس کی حقیقت بہت وسیع ہے۔ وہ اخلاق' معاشرت' مذہب اور معاملات کی تمام صورتوں پر مشتمل ہے جن کی پابندی انسان پر عقلاً' شرعاً' قانوناً اور اخلاقاً فرض ہے۔ اس لحاظ سے یہ مختصر سا لفظ انسان کے بہت سے عقلی' شرعی' قانونی' اخلاقی اور معاشرتی فضائل کا مجموعہ ہے۔ اس لئے قرآن مجید میں بار بار اس کا ذکر آیا ہے۔

قول و قرار اور عہد و پیمان کے لئے قرآن مجید میں کئی الفاظ مذکور ہیں۔

عہد : قرآن حکیم اہل ایمان کی ایک اہم صفت عہد کی پاسداری بیان کرتا ہے۔

﴿ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عَاهَدُوْا ۚ ﴾ (البقرۃ : ۱۷۷)

"اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں"۔

﴿ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ○ ﴾

(المؤمنون : ۸' المعارج : ۳۲)

"اور جو اپنی امانتوں سے اور اپنے قرار سے خبردار رہیں"۔

قرآن حکیم میں عہد کو پورا کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

﴿ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ﴾

(الانعام: ۱۵۲)

"اور جب بات کہو تو حق کی کہو' اگرچہ وہ اپنا قریبی ہی ہو' اور اللہ کا عہد پورا کرو"۔

﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ.... ﴾ (النحل: ۹۱)

"اور پورا کرو عہد اللہ کا جب آپس میں عہد کرو...."

﴿ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ۝ ﴾ (بنی اسراءیل: ۳۴)

"اور پورا کرو عہد کو' بے شک عہد کی پوچھ گچھ ہوگی"۔

عہد کی مسئولیت کے بارے میں فرمایا:

﴿ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ۝ ﴾ (الاحزاب: ۱۵)

"اور اللہ کے قرار کی پوچھ گچھ ہوتی ہے"۔

عقد: عقد کے لفظی معنی گرہ اور گرہ لگانے کے ہیں۔ اور اس سے مقصود لین دین اور معاملات کی باہمی پابندیوں کی گرہ ہے۔ اور اصلاحِ شرع میں یہ لفظ معاملات کی ہر قسم کو شامل ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو حکم دیا گیا ہے۔

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ ﴾ (المائدۃ: ۱)

"اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو"۔

سورۃ النساء میں احکام وراثت کے ضمن میں فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝ ﴾ (النساء: ۳۳)

"اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا' ان کو دے دو ان کا حصّہ۔ بے شک اللہ کے روبرو ہے ہر چیز"۔

میثاق: یہ لفظ قرآن مجید میں مضبوط عہد و پیمان کے لئے آیا ہے جو افراد یا قوموں کے مابین ہوئے یا اللہ اور اقوام یا اللہ اور انبیاء کے درمیان ہوئے ہوں۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو مخاطب کرکے فرمایا:

﴿ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ ﴾ (المائدۃ: ۷)

"اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر' اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور مانا"۔

اولوالالباب کی صفات کے ضمن میں فرمایا :

﴿ اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ۝ ﴾ (الرعد: ۲۰)

"وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اس عہد کو"۔

بنی اسرائیل پر "نقضِ میثاق" کے باعث لعنت کی گئی۔

﴿ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ ﴾

"سو اُن کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو سخت۔"

ایمان : اس کے لفظی معنی قسم کے ہیں۔ قسم قول و قرار' شہادت اور عہد و پیمان کی بنیاد ہے۔ قرآن مجید میں اہل ایمان کو اپنی قسموں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

﴿ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ ﴾ (المائدۃ : ۸۹)

"اور حفاظت رکھو اپنی قسموں کی"۔

قسموں کو باندھنے کے بعد توڑنے سے منع فرمایا :

﴿ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا.... ﴾ (النحل : ۹۱)

"اور نہ توڑو قسموں کو پکا کرنے کے بعد"۔

قسموں کو توڑنے کے بعد اللہ مؤاخذہ کرتا ہے۔

﴿ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ ﴾ (المائدۃ: ۸۹)

"لیکن پکڑتا ہے اُس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا"۔

وعدہ : عہد و پیمان کے لئے قرآن حکیم کی وسیع الاستعمال اصطلاح وعدہ ہے۔ انبیاء ہمیشہ اپنے وعدوں کو ایفاء کرتے تھے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے بارے میں خاص طور پر فرمایا :

﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ۡ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ۝ ﴾ (مریم: ۵۴)

"اور ذکر کر کتاب میں اسماعیل کا' وہ تھا وعدہ کا سچا اور تھا رسول نبی"۔

اللہ کا وعدہ ہمیشہ سچّا ہوتا ہے۔

﴿ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ۝ ﴾ (النساء: ۱۲۲)

"وعدہ ہے اللہ کا سچّا اور اللہ سے سچّا کون ہے؟"

﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ (یونس: ۵۵، الروم: ۶۰، لقمان: ۳۳، فاطر: ۵، غافر: ۷۷، الجاثیہ: ۳۲)

"وعدہ اللہ کا سچّا ہے"۔

شیطان کا وعدہ جھوٹا ہوتا ہے۔

﴿ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝ ﴾ (النساء: ۱۲۰، الاسراء: ۶۴)

"اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے"۔

بیعت : یہ لفظ قرآن مجید میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ مخصوص مواقع پر مضبوط عہد کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے۔ جیسے بیعت رضوان کے بارے میں فرمایا :

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ ۭ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۚ ﴾ (الفتح: ۱۰)

"جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ یقیناً اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔

اصحابِ بیعت رضوان کو خوش خبری سناتے ہوئے فرمایا :

﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ..... ﴾ (الفتح: ۱۸)

"یقیناً اللہ تعالیٰ مؤمنوں سے خوش ہو گیا، جبکہ وہ درخت تلے تجھ سے بیعت کر رہے تھے"۔

ایک اور موقع پر جب مؤمن خواتین رسول اللہ ﷺ سے چند معاملات پر بیعت کے لئے حاضر ہوئیں تو رسول اللہؐ کو حکم دیا گیا :

﴿ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (الممتحنة: ۱۲)

"تو اُن کو بیعت کر لے اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے، بے شک اللہ بخشے

والا مہربان ہے''۔

محولہ بالا متعدد آیاتِ قرآنی سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں :

۱) اللہ تعالیٰ ہر قسم کے عہد و پیمان کو پورا کرنے کا مطالبہ کرتا ہے' چاہے یہ عہد خالق و مخلوق کے درمیان ہو یا مخلوق کے اپنے مابین۔

۲) آخرت میں اللہ تعالیٰ وعدوں کی پاسداری کے بارے میں خصوصی طور پر سوال کرے گا۔

۳) جو لوگ وعدہ پورا کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں آخرت کے انعامات کی خوشخبری سناتا ہے۔ اس کے برعکس عہد توڑنے پر مؤاخذہ ہوگا اور سزا ملے گی۔

۴) جو قوم مستقلاً ''نقضِ میثاق'' کی روش اختیار کرتی ہے وہ اللہ کی لعنت کی مستحق بن جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس قوم سے ہدایت کی صلاحیت سلب کرلیتا ہے۔

۵) اللہ تعالیٰ سب سے بڑھ کر وعدے کو ایفاء کرنے والا ہے۔

۶) انبیاء اور مؤمنین صادقین کی شخصیت کا لازمی وصف ایفاءِ عہد ہے۔ وہ اپنے وعدوں کی پاسداری کا پورا پورا خیال کرتے ہیں۔

۷) شیطان انسان کے ساتھ وعدے کرتا رہتا ہے اور اسے مختلف قسم کی امیدیں دلاتا ہے' مگر اس کے تمام وعدے جھوٹے اور دھوکے پر مبنی ہوتے ہیں' جن کے ذریعے وہ انسان کو ورغلاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے۔

عہد و پیمان کی کئی سطحیں ہیں

۱۔ سب سے پہلے انسان پر اس عہد کو پورا کرنا واجب ہے جو خدا اور اس کے بندوں کے درمیان ہوا ہے۔ یہ عہد ایک تو وہ فطری معاہدہ ہے جو روزِ الست کو بندوں نے اپنے خدا سے باندھا اور جس کا پورا کرنا ان کی زندگی کا پہلا فرض ہے۔

۲۔ دوسرا وہ عہد ہے جو خدا کا نام لے کر کسی سے بیعت اور اقرار کی صورت میں کیا گیا ہے۔

۳۔ تیسرا وہ عہد ہے جو عام طور پر قول و قرار کی شکل میں بندوں کے مابین ہوا کرتا ہے۔

۴۔ اور چوتھا وہ جو اہلِ حقوق کے درمیان فطرتاً ہوتا ہے۔

ایفاءِ عہد کے بغیر کوئی بھی معاشرہ عدل و انصاف پر قائم نہیں رہ سکتا۔ حکومت اور عوام یا معاشرے کے افراد کے درمیان طے پانے والے معاہدے چاہے وہ کسی بھی نوعیت کے ہوں' ان کے ایفاء ہی سے سماجی اکائیوں اور معاشرتی اداروں کا باہمی اعتماد بحال رہتا ہے۔ اگر معاشرے کے معتدبہ افراد میں ایفاءِ عہد کا مادہ پیدا ہو جائے تو تمام انسانی معاملات کی Stream lining ہو جائے۔

○ صبر

آیۂ بِرّ میں اخلاقِ حسنہ کے ضمن میں تیسرا وصف "صبر" بیان ہوا ہے۔ اس مقام پر صبر کے تین مواقع تنگ دستی' بیماری اور جنگ کا ذکر ہوا ہے۔ غور کیجئے تو معلوم ہو گا کہ انسان کا عزم اُن راہوں سے آزمائش میں پڑ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص ان تینوں حالتوں کے اندر اپنے موقف حق پر ثابت قدم رہنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کے برو تقویٰ کے اعلیٰ سے اعلیٰ مقام پر فائز ہونے میں کسے کلام ہو سکتا ہے۔ صبر کے لغوی معنی روکنے اور سہارنے کے ہیں' یعنی نفس کو اضطراب اور گھبراہٹ سے روکنا اور اس کو اپنی جگہ ثابت قدم رکھنا اور اس کی حقیقت ہے حبس نفس علٰی مَکرہ یعنی ناگوار بات پر نفس کو جمانا اور مستقل رکھنا' آپے سے باہر نہ ہونا' اور وہ ناگوار امر خواہ کچھ ہو۔ اور اس کا اصل ماحصل یہ ہے کہ انسان اپنے طے کردہ راستے پر گامزن رہے اور اس سے اسے نہ کوئی تکلیف یا مصیبت ہٹا سکے نہ لالچ و حرص۔

قرآن مجید میں صبر کا لفظ اصلاً اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن قرآن مجید کے اسلوبِ بیان کی بدولت اس کے اندر ایک معنوی وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ قرآن حکیم نے اس کو اتنے مختلف مواقع پر استعمال کیا ہے کہ مؤمن کی زندگی کا شاید ہی کوئی گوشہ صبر کے احاطہ سے باہر رہا ہو۔ قرآن حکیم کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ صبر انبیاء کرام علیہم السلام کی شخصیت کا لازمی وصف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے مشن کو صبر و ثبات کے ساتھ جاری رکھنے کی تاکید کرتا ہے' اگرچہ اس کے دوران کیسے ہی مصائب کیوں نہ آئیں' حالات کتنے ہی نامساعد کیوں نہ ہو جائیں۔ اس سلسلے میں سید المرسلین محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو قرآن حکیم

میں کئی بار صبر کی تلقین کی گئی ہے۔ مثلاً جب نبی اکرم ﷺ کو ابتداءً انذار و تکبیر رب کا حکم دیا گیا تو اللہ سبحانہ نے فرمایا :

﴿ يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَاَنْذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ وَلاَ تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ○ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ○ ﴾

(المدثر : ۱-۶)

"اے لحاف میں لپٹنے والے! کھڑا ہو' پھر ڈر سنا دے' اور اپنے رب کی بڑائی بول۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ اور گندگی سے دُور رہ۔ اور ایسا نہ کر کہ احسان کرے اور بدلہ چاہے۔ اور اپنے رب کی امید رکھ۔"

جب نبی اکرم ﷺ نے دعوت و تبلیغ کے دَوران پیش آنے والی رکاوٹوں کی بدولت کچھ تعجیل کا مظاہرہ کیا تو فرمایا :

﴿ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلاَ تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ط ﴾

(الاحقاف : ۳۵)

"سو تو ٹھہرا رہ جیسے ٹھہرے رہے ہیں ہمت والے رسول اور جلدی نہ کر اُن کے معاملے میں"۔

﴿ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلاَ تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ﴾ (القلم : ۴۸)

"اب تو استقلال سے راہ دیکھتا رہ اپنے رب کے حکم سے اور مت ہو جیسا وہ مچھلی والا"۔

کفار و مشرکین کی زبان درازیوں کے علی الرغم فرمایا :

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ﴾ (طٰہٰ : ۱۳۰' ق : ۳۹)

"سو تو سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور پاکی بولتا رہ خوبیاں اپنے رب کی"۔

﴿ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْراً جَمِيْلاً ○ ﴾

(المزمل : ۱۰)

"اور سہتا رہ جو کچھ وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دے ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا"۔

اسی طرح فرمایا :

﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلاَّ بِاللّٰهِ وَلاَ تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلاَ تَكُ فِيْ ضَيْقٍ

مِمَّا يَمْكُرُوْنَ○ ﴾ (النحل : ۱۲۷)

"اور صبر کر' اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور تنگ مت ہو ان کے فریب سے"۔

﴿ فَاصْبِرْ صَبْراً جَمِيْلاً○ ﴾ (المعارج : ۵)

"سو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کرنا"۔

اسی طرح تمام انبیاء نے ہمیشہ صبر و استقامت کا ثبوت دیا

﴿ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا.... ﴾ (الانعام : ۳۴)

"پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر... "

﴿ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ○ ﴾
(الانبیاء : ۸۵)

"اور اسمٰعیل اور ادریس اور ذوالکفل کو۔ یہ سب ہیں صبر والے"۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے برادرانِ یوسف کے بیان کے جواب میں فرمایا :

﴿ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ ﴾
(یوسف : ۱۸)

"بولا کوئی نہیں' بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات' اب صبر ہی بہتر ہے۔"

حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید بیان کرتا ہے :

﴿ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗ اَوَّابٌ○ ﴾ (صٓ : ۴۴)

"ہم نے اس کو پایا جھیلنے والا بہت خوب بندہ۔ تحقیق وہ ہے رجوع رہنے والا"۔

اہلِ ایمان کا ایک اہم وصف صبر ہے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو اس کی خصوصی نصیحت کی :

﴿ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰی مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ○ ﴾ (لقمٰن : ۱۷)

"اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے اور تحمل کر جو تجھ پر پڑے' بے شک یہ ہیں ہمت کے کام۔"

اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کو صبر و استقامت کا حکم دیا :

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا قف وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ ﴾ (آل عمران : ۲۰۰)

"اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو' تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو"۔

﴿ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (الانفال : ۴۶)

"اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور آپس میں نہ جھگڑو' پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا۔ اور صبر کرو' بے شک اللہ ساتھ ہے صبر والوں کے"۔

قرآن حکیم دیگر صفات کے ساتھ مقربین کے وصف صبر کو بھی بیان کرتا ہے :

﴿ الصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ.... ﴾ (آل عمران : ۱۷)

"وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے اور حکم بجالانے والے...."

﴿ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقَاتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرَاتِ.... ﴾

(الاحزاب : ۳۵)

"اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں...."

﴿ اَلَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَا اَصَابَهُمْ ﴾

(الحج : ۳۵)

"وہ کہ جب نام لیا جائے اللہ کا ڈر جائیں ان کے دل اور سہنے والے اس کو جو اُن پر پڑے...."

صبر سے اطاعت پر جمے رہنے اور حق پر ڈٹے رہنے میں مدد ملتی ہے۔ چنانچہ اس کے ذریعے استعانت کی تاکید کی گئی۔

﴿ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (البقرة : ۱۵۳)

"اے مسلمانو! مدد لو ساتھ صبر اور نماز کے' بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے

ساتھ ہے"۔

اہل ایمان ابتلاء و آزمائش کی گھڑی میں صبر و استقامت کی دعائیں کرتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت طالوت کی قلیل فوج کا جالوت کے لشکر جرار سے آمنا سامنا ہوا تو اہل ایمان نے یہ دعا کی :

﴿ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا.... ﴾ (البقرۃ : ۲۵۰)

"اے رب ہمارے! ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں...."

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے جادوگروں کو جب فرعون نے قتل کر دینے کی دھمکی دی تو اُن کی دعا یہ تھی :

﴿ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْراً وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ (الاعراف : ۱۲۶)

"اے ہمارے رب! دہانے کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان۔"

اہل ایمان ایک دوسرے کو اطاعت و اتباع' دعوت و تبلیغ اور غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد میں باہم صبر و استقامت کی تاکید کرتے ہیں۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ ﴾ (العصر : ۳)

"مگر جو لوگ کہ یقین لائے اور کیے بھلے کام اور آپس میں تاکید کرتے رہے سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے تحمل کی"۔

﴿ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ﴾ (البلد : ۱۷)

"پھر ہو چلے ایمان والوں میں جو تاکید کرتے ہیں آپس میں تحمل کی اور تاکید کرتے ہیں رحم کھانے کی۔"

اللہ تعالیٰ غلبۂ دین کی جدوجہد کرنے والے افراد کے صبر کو جانچتا ہے۔ کامیابی انہی افراد کے حصے میں آتی ہے جو صبر و ثبات کے الٰہی معیار پر پورا اترتے ہیں"۔

﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ

﴿ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (آل عمران : ۱۴۲)

"کیا تم کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں؟ اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے والوں کو"۔

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ . . . ﴾

(محمد : ۳۱)

"اور البتہ ہم تم کو جانچیں گے تاکہ معلوم کر لیں جو تم میں لڑائی کرنے والے ہیں اور قائم رہنے والے ہیں۔"

صبر صرف انفرادی سطح پر ہی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر بھی مطلوب وصف ہے۔ اس کی موجودگی سے کسی جمعیت کی قوت واستعداد کا پتہ چلتا ہے۔ جس میں جس قدر یہ قوت زیادہ ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس کا مقام متعین ہو گا۔

﴿ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا.... ﴾ (الانفال : ۶۵)

"اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو (کافروں) پر، اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار کافروں پر...."

صبر واستقامت دنیوی اور اُخروی دونوں اعتبار سے فوز و فلاح کا باعث ہے۔ دنیا میں بنی اسرائیل کو کامیابی صبر کی بنیاد پر حاصل ہوئی۔

﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا ؕ ﴾ (الاعراف : ۱۳۷)

"اور وارث کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس زمین کے مشرق اور مغرب کا جس میں برکت رکھی ہے ہم نے۔ اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر بسبب ان کے صبر کرنے کے"۔

اسی طرح فرمایا :

﴿ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ ﴾ (السجدة : ۲۴)

"اور پیدا کئے ہم نے ان میں پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے جب وہ صبر کرتے رہے"۔

آخرت کے بارے تو قرآن حکیم صبر کرنے والوں کو بار بار خوشخبری سناتا ہے۔

﴿ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾

(النحل : ۹۶)

"اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے والوں کو ان کا حق اچھے کاموں پر جو وہ کرتے تھے"۔

درج بالا آیات سے کئی اہم نکات سامنے آتے ہیں :

i۔ صبر تمام انبیاء کا بالعموم اور نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کا بالخصوص اہم وصف ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام جس مشن پر مبعوث کئے گئے تھے اس کی تکمیل کے لئے صبر کی صفت ایک ناگزیر ضرورت تھی۔ غلبۂ دین کے مشن کی طرف پیش قدمی کے دوران جو جسمانی و ذہنی تکالیف اُن کو پہنچائی جاتیں ان کے مقابلے میں صبر اُن کا مونس و غم خوار رفیق تھا۔

(ii صبر اہل ایمان کی صفت بھی ہے۔ اہل ایمان چونکہ انبیاء کے پیرو ہوتے ہیں چنانچہ جیسی تکالیف انبیاء کو آتی رہی ہیں ویسے ہی مصائب کا سامنا مؤمنین و صادقین کو کرنا پڑتا ہے۔ اس لئے اطاعت' دعوت اور اقامت دین کے تمام مراحل میں انہیں صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

(iii اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو مصائب کے دوران صبر سے استعانت کی تلقین کرتا ہے۔ اہلِ ایمان نہ صرف اللہ سے صبر و استقامت کی استدعا کرتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو بھی صبر کی تاکید کرتے رہتے ہیں۔

(iv اہل ایمان کی کامیابی کا بڑا انحصار چونکہ صبر و استقامت کی قوت پر ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو کئی طرح کی آزمائشوں میں مبتلا کرتا رہتا ہے' تاکہ مؤمنین کے صبر کی جانچ اور پرکھ ہو جائے۔ جو مؤمنین اِن آزمائشوں میں سرخرو ہو جاتے ہیں ان کی کامیابی یقینی ہوتی ہے۔

v) کسی اجتماعیت کی طاقت اور عملی کارکردگی کا انحصار صبر کی صلاحیت پر ہوتا ہے۔ اگر ان میں صبر کی قوت شدید ہوگی تو وہ زیادہ بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرسکتے ہیں۔ چنانچہ دُنیوی سطوت و پیشوائی انہی لوگوں کا مقدر بنتی ہے جو صبر کی صفت کو اپنے اندر خوب پروان چڑھالیتے ہیں۔

vi) دُنیاوی مصائب و تکالیف پر صبر کرنے والے مؤمنین سے آخرت میں بے حساب اجر و ثواب اور انعامات کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس صبر کی بدولت انہیں جنّت میں خصوصی مقامات حاصل ہوں گے۔

﴿ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ ﴾ (الدهر: ۱۲)

"اور بدلا دیا اُن کو اُن کے صبر پر باغ اور پوشاک ریشمی"۔

﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ ﴾ (هود: ۱۱)

"مگر جو لوگ صابر ہیں اور کرتے ہیں نیکیاں ان کے واسطے بخشش ہے اور ثواب بڑا"۔

﴿ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ ﴾ (الزمر: ۱۰)

"صبر کرنے والوں ہی کو ملتا ہے ان کا ثواب بے شمار"۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ (البقرة: ۱۵۳)

"بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

﴿ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ ﴾ (آل عمران: ۱۴۶)

"اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

اللہ تعالیٰ کے اسماءِ حسنیٰ میں سے ایک نام الصبور ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث میں ہے:

عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ ((اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ اَسْمَاءً ، مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ ...... الصَّبُوْرُ)) (ترمذی)

"اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، جو انہیں یاد کرے گا وہ جنت میں جائے گا..... ضبط

کرنے والا"۔

عام شارحین نے لفظ احصاء کی مراد صرف زبانی یاد کرلینا قرار دی ہے' مگر اربابِ حقائق لکھتے ہیں کہ مقصد صرف اتنا نہیں بلکہ اس سے آگے ان اسماء کے ساتھ تخلّق و تشبّہ حاصل کرنا بھی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کچھ یوں ہے :

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ : ((مَا اَحِدٌ اَصْبَرَ عَلٰی اَذًی سَمِعَهُ مِنَ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدَ ثُمَّ يُعَافِيْهِمْ يَرْزُقُهُمْ)) (بخاری)

"آنحضرت ﷺ نے فرمایا : "اللہ سے زیادہ تکلیف کی بات سن کر صبر کرنے والا مَیں نے کوئی نہیں دیکھا۔ مشرک کہتے ہیں اللہ اولاد رکھتا ہے' باوجود ایسی باتوں کے وہ ان مشرکوں کو بھلا چنگا کرتا ہے' اُن کو روزی دیتا ہے"۔

صبر اللہ تعالیٰ سبحانہ کی صفات میں سے ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مؤمن صبر و استقامت کی روش اختیار کرتا ہے تو گویا وہ اپنے آپ کو اپنی استطاعت کی حد تک خُلقِ الٰہی سے مزیّن کرتا ہے' جس سے اس کے اندر روحانی ترفع پیدا ہوتا ہے' جو کہ قربِ الٰہی کا باعث ہے اور یہی اصلاً مطلوب و مقصود ہے۔

صبر کی کئی اقسام بیان کی گئی ہیں' مگر ہمارے نزدیک درج ذیل تقسیم نسبتاً زیادہ جامع اور صبر کے جملہ پہلوؤں پر حاوی ہونے کے علاوہ صبر کے مدارج و مراتب کو بھی بیان کرتی ہے۔ اس تقسیم کے بہتر فہم کے لئے دینی فرائض کے جامع تصور کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

① دینی فرائض کی پہلی منزل انفرادی زندگی میں اللہ کی بندگی اختیار کرنا ہے۔ اس مرحلے کی مناسبت سے صبر کی دو معروف اقسام ہیں۔

(i) صبر علی الطاعة : شریعت کے اوامر پر عمل کرنا۔ اس کے دو اجزاء ہیں : (ا) یعنی شرعی اوامر کو پابندی و باقاعدگی سے ادا کرنا۔ (ب) صبر فی العمل : عمل کے وقت نفس کو دوسری طرف التفات کرنے سے روکنا' اطاعت بجالانے کے وقت ان کے حقوق کو سکون و اطمینان سے ادا کرنا اور ہمہ تن متوجہ ہو کر کام کو بجالانا' مثلاً

نماز کو پورے خشوع و خضوع سے ادا کرنا۔

(ii) صبر علی المعاصی : یعنی نفس کو ان باتوں سے روکنا جنہیں شریعت نے کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ عرفِ عام میں انہیں گناہ و معاصی کہا جاتا ہے۔

(۲) دینی فرائض کی دوسری منزل یعنی دعوت و تبلیغ کے مرحلے پر صبر کی درج ذیل اقسام ہیں :

(i) صبر علی المعاش : یعنی اپنے کیریئر اور معاش کو جائز و ناجائز ذرائع استعمال کر کے پھیلانے کی بجائے اپنے آپ کو دعوت و تبلیغ کے لئے فارغ کرنا۔ اس کی اعلیٰ ترین سطح تو یہی ہے کہ فرد اپنے آپ کو ہمہ وقت اس کام کے لئے وقف کر دے۔ اگر ایسا نہیں کرتا تو اس کے لئے کچھ اوقات مستقلاً مقرر کر دے' حالانکہ وہ ان اوقات میں معاشی جدوجہد کر سکتا تھا یا دیگر کام سرانجام دے سکتا تھا۔

(ii) صبر علی الاستہزاء : داعی کو کڑوی کسیلی باتیں سننا پڑتی ہیں۔ انہیں سن کر جوابی حملہ کرنے یا بد دل ہو کر بیٹھ رہنے کی بجائے صبر و ثبات کے ساتھ دعوتِ دین کا کام کرتے چلے جانا اور اللہ کی رضا و خوشنودی کو پیش نظر رکھنا۔

(۳) دینی فرائض کی بلند ترین سطح غلبہ و اقامتِ دین کی جِدّوجُہد ہے۔ اس مرحلے پر صبر کی شدید ضرورت پڑتی ہے۔ یہاں صبر کے مقامات کچھ اس طرح سامنے آتے ہیں :

(i) صبرِ محض (Passive Resistance) : ہر طرح کی زبانی' بدنی و مالی اذیتوں کو برداشت کرنا' بے چین نہ ہونا' مستقل مزاجی کے ساتھ اقامتِ دین کی جِدّوجُہد میں مصروف رہنا۔ اس کے درج ذیل پہلو ہیں :

(ا) صَبْر عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ : ہر طرح کی ملامت' طنز اور تکلیف دہ باتوں کو تحمل کے ساتھ سہہ جانا' اللہ کی یاد دل میں بسائے رکھنا۔

ب) صَبر فی الباساء : اقامت دین کی جدوجہد کی بدولت جو مالی پریشانیاں اور بحران آئیں ان کے علی الرغم اپنا کام نہ چھوڑنا۔ خدا پر نظر رکھنا اور مخلوق کے مال و دولت پر نظر نہ کرنا نہ اُن سے توقع رکھنا۔

ج) صَبر فی الضّراء : تکالیفِ جسمانی پر صبر کرنا' یعنی اقامتِ دین کی جِدّوجُہد کے

دوران کیسی ہی جسمانی ایذاء کیوں نہ دی جائے' غلبۂ دین کی جدّو جُہد سے دستبردار نہ ہونا۔ اس دوران اللہ پر نظر رکھنااور اس سے استقامت کی دعاکرتے رہنا۔

(ii) مصابرت۔ راست اقدام (Active Resistance) : معرکۂ حق و باطل کے دوران جب دوبدو لڑائی کا موقع آجائے تو ثابت قدم رہنا۔ اپنے اسباب کی کمی بیشی بھی پریشان نہ کرے' دشمن کے اسباب کو بھی ملحوظ نہ رکھاجائے۔ نہ ہونے کے مقام پر بھی تعلق باللہ میں رفعت ہو۔ حالات کو حکیمِ مطلق کی حکمت کے تابع مانا جائے۔ اس دوران جان بھی قربان کرنی پڑے تو دریغ نہ کیاجائے۔

امام غزالی نے احیاءِ علوم الدّین میں صبر کی مضبوطی یا کمزوری کے لحاظ سے لوگوں کے تین درجات بیان کئے ہیں :

ا) بہت قلیل تعداد ان کی ہے جن میں صبر ایک مستقل حال بن چکا ہے۔ یہ صِدّیقون یا مقربون ہیں۔

ب) وہ جن پر حیوانی داعیات کاغلبہ ہے۔

ج) وہ جن میں دونوں قوتوں کاتصادم برابر جاری رہتاہے۔

آیۂ بر کے آخر میں ایمان' عبادات اور اخلاقِ حسنہ سے متصف ہونے والے افراد کو صادقین اور متقین جیسے خطابات سے نوازا گیاہے۔ جو لوگ علم و عمل کے تمام فضائل کے درجۂ کمال کو پہنچ جاتے ہیں ان کو شریعت کی زبان میں صدیق کہتے ہیں' جو نبوت کے بعد انسانیت کا مرتبہ کمال ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء میں فرمایاگیا :

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴾

(النساء: ۶۹)

"اور جو کوئی حکم مانے اللہ کااور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیاکہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں' اور اچھی ہے ان کی رفاقت۔"

متقیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے :

﴿ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ○ ﴾ (التوبة: ٣٦)

"اور جان لو کہ اللہ ہے ساتھ ڈرنے والوں کے"۔

﴿ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ○ ﴾ (التوبة: ٤)

"بے شک اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے"۔

﴿ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ○ ﴾ (هود: ٤٩)

"البتہ انجام بھلا ہے ڈرنے والوں کا"۔

مقامِ صدیقیت ہو یا مقامِ تقویٰ آیۂ بر میں مذکور اوصاف کے ذریعے ہی ہاتھ آ سکتے ہیں۔ ان اوصاف کا بڑا جزو اخلاقِ حمیدہ و حسنہ پر مشتمل ہے۔ چنانچہ مرتبۂ کمال تک پہنچنے کے لئے اعلیٰ اخلاق و صفات کو اپنی شخصیت کا جزو لاینفک بنانا لازمی ہے۔ ان کی موجودگی ہی میں فرد اور اجتماعیت اللہ کی فیوض و برکات کی مستحق ٹھہرتی ہے۔ بصورتِ دیگر فرد و اجتماعیت عدم توازن کا شکار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے جملہ اخلاقِ حسنہ کو اختیار کرنا کوئی اضافی یا نفلی نیکی نہیں، بلکہ لازمی ذمہ داری ہے۔

مراجع و مصادر

ترجمہ و تفسیر:

۱) شبیر احمد، عثمانی، علامہ: تفسیر عثمانی، دار التصنیف کراچی

۲) محمد جوناگڑھی، مولانا: ترجمۂ قرآن، شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ

۳) امین احسن اصلاحی، مولانا: تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۹۶ء

۴) محمد شفیع، مفتی: معارف القرآن، ادارۃ المعارف کراچی ۱۹۹۹ء

حدیث و سیرت:

۵) وحید الزمان، علامہ: تیسیر البخاری، ترجمہ و تشریح صحیح بخاری شریف، نعمانی کتب خانہ لاہور ۱۹۹۰ء

۶) عبد التواب، مولانا: ترجمہ و حواشی بلوغ المرام، فاروقی کتب خانہ ملتان ۱۹۹۲ء

۷) محمد منظور نعمانی، مولانا: معارف الحدیث (جلد اول، دوم)، مکہ پبلشنگ کمپنی لاہور

۸) بدر عالم میرٹھی، مولانا: ترجمان السنہ (جلد اول)، ادارہ اسلامیات لاہور

۹) سلیمان ندوی، سید: سیرت النبی (جلد ششم)، الفیصل ناشران و تاجران کتب ۱۹۹۱ء

دیگر کتب :

۱۰) دائرہ معارف اسلامی (جلد دوم' دوازدہم)' جامعہ پنجاب لاہور
۱۱) اسرار احمد' ڈاکٹر: راہ نجات (سورۃ العصر کی روشنی میں)' انجمن خدام القرآن لاہور
۱۲) اشرف علی تھانوی' مولانا: شریعت و طریقت' ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۱ء
۱۳) ابوالاعلیٰ مودودی' سید: حقیقت زکوٰۃ' تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور
۱۴) عاصم نعمانی: تصوف و تعمیر سیرت' اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۸۵ء
۱۵) برہان احمد فاروقی' ڈاکٹر: منہاج القرآن' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۸۶ء
۱۶) محمد تقی امینی' مولانا: عروج و زوال کاالٰہی نظام' مکی دارالکتب لاہور
۱۷) محمد رفیع الدین' ڈاکٹر: Idealogy of the Future' شیخ محمد اشرف لاہور ۱۹۷۰ء

رسائل :

۱۸) اسرار احمد' ڈاکٹر: (انفاق فی سبیل اللہ) حکمت قرآن' جون ۱۹۹۰ء' انجمن خدام القرآن لاہور
۱۹) امین اللہ وثیر' ڈاکٹر: (اسلامی معیشت میں سادگی کی اہمیت)' حکمت قرآن' مارچ ۱۹۹۱ء' انجمن خدام القرآن لاہور
۲۰) محمد سلیمان' حافظ : (اسلام کی معاشی تعلیمات)' حکمت قرآن' اکتوبر ۱۹۸۵ء' انجمن خدام القرآن لاہور

ویڈیو کیسٹس

۲۱) اسرار احمد' ڈاکٹر: (ا) آیۂ بر (ب) انفاق سے پہلو تہی کا نتیجہ' نفاق (ج) تواصی بالصبر (ابوظبی پروگرام)

ڈاکٹر اسرار احمد کی ایک اہم تالیف :

اسلام اور پاکستان

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن' ۳۶۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور